

سزا نہیں۔ بلکہ واپس لوٹنے کی دعوت

ہر مصیبت کوئی سزا نہیں ہوتی، اور نہ ہی ہر ناکامی آپ کے ماضی پر کوئی حتمی فیصلہ ہے۔ کبھی کبھی زندگی میں آنے والے موڑ ہمیں غور و فکر کرنے، اپنا راستہ درست کرنے اور اللہ کی طرف لوٹنے کی دعوت دیتے ہیں۔ صرف یہ پوچھنے کی بجائے کہ "یہ میرے ساتھ ہی کیوں ہو رہا ہے؟"، یہ پوچھیں کہ "یہ مجھے کیا بنانے کی طرف لے جا رہا ہے؟" ممکن ہے تکلیف کی حکمت فوری طور پر سمجھ میں نہ آئے، مگر اسے رائگاں نہیں جانا چاہیے۔ دراصل انسان تب آگے بڑھتا ہے جب ہر امتحان خدا سے دور نہیں، بلکہ اور قریب کر دے۔

میں نے اس بوجھل پن کے ساتھ سوال کیا جسے میں چھپا نہ سکا: "یہ سب میرے ساتھ ہی کیوں ہو رہا ہے؟" میں نے کہا، "میں نے ایسا کیا کیا ہے جس کی مجھے یہ سزا مل رہی ہے؟"

انہوں نے کچھ لمحوں کے لیے اس سوال کو ہم دونوں کے درمیان معلق ہی رہنے دیا، جیسے واقعہ کو سمجھنے سے پہلے اُس کے سچے چھپے خیال کو پرکھنا چاہ رہے ہوں۔ پھر انہوں نے دھیمے لہجے میں پوچھا، "آپ کو یہ کس نے کہا کہ اس دنیا میں انسانوں کو صرف وہی ملتا ہے جس کے وہ حقدار ہوتے ہیں؟"

میں نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا، "کیا معاملات ایسے ہی نہیں چلتے؟"

"مکمل طور پر نہیں،" انہوں نے جواب دیا۔ "اس زندگی میں کچھ نتائج یقیناً ہمارے اپنے فیصلوں ہی کی وجہ سے نکلتے ہیں لیکن یہ دنیا وہ جگہ نہیں ہے جہاں ہر شخص کو اس کا پورا پورا اجر یا سزا مل جائے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر نیک عمل کا کامل بدلہ یہیں مل جاتا، ہر برائی کا مکمل نتیجہ یہیں سامنے آ جاتا، اور موت سے پہلے ہی تمام اخلاقی حساب برابر ہو جاتے۔ لیکن واضح طور پر اس زندگی کا نظام یوں نہیں بنایا گیا۔ نیک لوگ تکلیف اٹھا سکتے ہیں، برائی کرنے والے کچھ وقت کے لیے پھل پھول سکتے ہیں، اور بچوں کو ایسے مصائب کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے جن کی کوئی وجہ انہوں نے خود پیدا نہیں کی ہوتی۔ حتیٰ جزا و سزا کا مقام کوئی اور ہے۔"

میں خاموشی سے اس بات پر غور کرتا رہا۔ تب تک میں نے اپنے الفاظ کے سچے چھپے اس مفروضے پر کبھی سوال ہی نہیں اٹھایا تھا۔ جب بھی کوئی تکلیف وہ واقعہ پیش آتا، میں بلاتا خیر ماضی کی طرف دیکھتا اور کسی ایسی غلطی کو تلاش کرنے لگتا جو اس کی وضاحت کر سکے۔

انہوں نے اپنی بات جاری رکھی، "اس سے پہلے کہ آپ کسی مصیبت کو سزا سمجھ بیٹھیں، ذرا خود سے یہ پوچھیں کہ کیا آپ واقعی جانتے ہیں کہ یہ کیوں آئی ہے؟ یہ ایک آزمائش بھی ہو سکتی ہے۔ یہ کسی فیصلے کا فطری نتیجہ بھی ہو سکتی ہے۔ یہ کسی ایسے راستے کی رکاوٹ بھی ہو سکتی ہے جو آگے جا کر آپ کو نقصان پہنچاتا۔ یہ کسی ایسی حقیقت کو سامنے لا سکتی ہے جسے آپ دیکھنے سے انکار کرتے رہے ہوں۔"

انہوں نے تھوڑا وقفہ لیا اور پھر بولے، "یا پھر اس کا مکمل مفہوم محض ایک ایسی حکمت ہو سکتی ہے جسے خدا نے ہم پر ظاہر نہیں کیا۔"

اس امکان نے مجھے مضطرب کر دیا۔ میں اس واقعے کی کوئی نہ کوئی وجہ تراشنے کے لیے اس قدر بے تاب تھا کہ میں نے کبھی یہ سوچنے کی زحمت ہی نہیں کی کہ کیا میرے پاس اس کی وضاحت کرنے کے لیے کافی علم موجود بھی ہے یا نہیں۔

جب بھی کوئی تکلیف دہ موڑ ہماری زندگی میں آتا ہے، ذہن فوری طور پر اس کی وجہ تلاش کرنے لگتا ہے۔ کوئی منصوبہ ناکام ہو جاتا ہے، کسی تعلق میں کشیدگی آ جاتی ہے، کوئی فیصلہ ناگوار نتیجہ لاتا ہے، یا وہ چیز جس پر ہم تکیہ کیے ہوئے تھے اچانک چھن جاتی ہے۔ ہم بلا اختیار یہ سوچنے لگتے ہیں کہ کہیں اللہ ہم سے ناراض تو نہیں، کیا ہمیں کوئی سزا دی جا رہی ہے؟ یا یہ مصیبت ہماری ہی کسی غلطی کی قیمت ہے۔

میرے سوچنے کے انداز میں ایک ایسی قطعیت تھی جو مزید کسی گنجائش کو جگہ نہیں دے رہی تھی۔

اگر یہ سزا تھی، تو فیصلہ سنایا جا چکا تھا۔ ماضی کی جھجھکی تھی، نتیجہ سامنے آچکا تھا، اور اب صرف گناہ کے بوجھ تلے اسے برداشت کرنا ہی باقی رہ گیا تھا۔

وہ مجھ سے ایک اور امکان کے لیے گنجائش پیدا کرنے کا تقاضا کر رہے تھے۔

"خواہ کوئی مشکل، آپ کے اپنے ہی کسی کام کا نتیجہ ہو" انہوں نے کہا، "تب بھی آپ یہ کیوں فرض کر لیتے ہیں کہ اس کا واحد مقصد محض آپ کو اذیت دینا ہے؟"

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔

"کسی عمل کا نتیجہ تکلیف دہ ہو سکتا ہے، لیکن اس کے باوجود اس میں رحم اور مروت چھپی ہو سکتی ہے۔ یہ آپ کو وہ حقیقت دکھا سکتا ہے جسے آسانشوں نے بھلا دیا تھا۔ یہ آپ کو اس راستے پر مزید آگے بڑھنے سے روک سکتا ہے جو آہستہ آہستہ آپ کو دور لے جا رہا تھا۔ یہ آپ کو تب بیدار کر سکتا ہے جب ابھی بھی سنہلنے کا وقت باقی ہو۔"

مجھے اس کا باریک فرق نظر آنے لگا۔ سزا کا تصور، جیسا کہ میں نے گمان کیا تھا، صرف ماضی پر نگاہ رکھتا ہے: "تم سے یہ سرزد ہوا، اب اس کا تاوان بھرو۔" لیکن ایک یاد دہانی اور تنبیہ بھی ماضی کی طرف دیکھ سکتی ہے، مگر صرف ایک مختلف مستقبل کو ممکن بنانے کے لیے: "آپ اس سمت جا رہے تھے۔ کیا آپ واقعی اب بھی وہیں جانا چاہتے ہیں؟"

اس سے میرے درد کی حقیقت اور شدت تو کم نہ ہوئی۔ نہ ہی اس کا یہ مطلب تھا کہ ہر کٹھن مرحلے کی کوئی صاف اور واضح تعبیر ممکن ہے۔ مگر اس سے سختیوں کا سامنا کرنے کا میرا طرز فکر بدل گیا۔

انہوں نے مجھے ایک مثال دی۔ "تصور کیجیے کہ ایک بچہ خطرناک سڑک کی طرف بڑھ رہا ہے،" انہوں نے کہا۔ "والدین اسے پکارتے ہیں، لیکن بچہ چلتا رہتا ہے۔ والدین اپنی آواز بلند کرتے ہیں، اس کی طرف بھاگتے ہیں اور اسے زور سے پچھے کھینچتے ہیں۔ بچہ چونک سکتا ہے، بلکہ اسے یہ مداخلت ناگوار بھی لگ سکتی ہے۔ لیکن والدین کیا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟"

"اسے محفوظ رکھنے کی۔"

"بالکل۔ تکلیف پہنچانا مقصد نہیں ہے۔ اسے واپس لانا مقصد ہے۔"

یہ بات بالکل سمجھ میں آرہی تھی۔ میں سوچنے لگا کہ کتنی ہی بار میں نے کسی رکاوٹ کو صرف اس کے احساس کی بنیاد پر پرکھا ہے۔ اگر اس سے مجھے تکلیف ہوتی، تو میں اسے نقصان دہ کہہ دیتا۔ اگر اس سے میرے منصوبوں میں خلل پڑتا، تو میں فرض کر لیتا کہ کچھ غلط ہو گیا ہے۔ حالانکہ شاید کچھ رکاوٹوں نے مجھے ایسی سمتوں میں آگے بڑھنے سے روکا ہو جن کے نتائج کو میں پوری طرح سمجھ ہی نہیں پایا تھا۔

تاہم، وہ اس بات کے لیے محتاط تھے کہ میں اس فکر کو بھی ایک طے شدہ فارمولہ بنا لوں۔

"یہ نتیجہ نہ نکالیں کہ ہر سختی کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے کوئی گناہ کیا ہے،" انہوں نے کہا۔ "اور نہ ہی یہ فرض کریں کہ ہر ناکامی خدا کی طرف سے کوئی براہِ راست تنبیہ ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی آزمایا گیا۔ نیک لوگ بھی مصائب اٹھاتے ہیں۔ کچھ تکلیفیں دوسروں کی زیادتیوں سے آتی ہیں، اور کچھ زندگی کے عام حالات اور قوانینِ قدرت کے تحت پیش آتی ہیں۔"

"پھر میں اس کی تشریح کیسے کروں؟" میں نے پوچھا۔

"عاجزی اور انکساری کے ساتھ۔"

میں انتظار کرنے لگا۔

"ممکن ہے آپ کو معلوم نہ ہو کہ یہ کیوں ہوا، لیکن آپ پھر بھی یہ پوچھ سکتے ہیں کہ یہ واقعہ اب آپ سے کس عمل کا تقاضا کر رہا ہے۔"

یہ بات زیادہ متوازی اور ساتھ ہی زیادہ سنجیدہ لگتی تھی۔ کسی واقعے کو کوئی لیبل دے دینا آسان تھا۔ اگر میں اسے سزا کہتا تو میں ندامت اور جرم کے احساس میں ڈوب سکتا تھا۔ اگر میں اسے بے معنی کہتا تو میں شکوے اور تلخی کا شکار ہو سکتا تھا۔ لیکن اگر میں یہ پوچھتا کہ اب مجھ سے کس ردِ عمل کا تقاضا ہے، تو مجھے باخبر اور بیدار ہونا پڑتا۔

شاید مجھے صبر کی ضرورت تھی۔ شاید مجھے کسی ایسی چیز کی اصلاح کرنی تھی جسے میں نے خراب کیا تھا۔ شاید مجھے کسی ایسی عادت کو چھوڑنا تھا جس کا میں جواز تراشتا رہا تھا۔ شاید مجھے کسی ایسی حالت کو برداشت کرنے کے لیے حوصلے اور ہمت کی ضرورت تھی جو میری اپنی پیدا کردہ نہیں تھی۔ شاید مجھے مدد طلب کرنے، کوئی حد مقرر کرنے، معافی مانگنے، درگزر کرنے، یا محض اس چیز کو قبول کرنے کی ضرورت تھی جسے اب بدلا نہیں جاسکتا تھا۔

واقعہ ہمیشہ یہ نہیں بتاتا تھا کہ وہ کیوں پیش آیا، لیکن وہ پھر بھی ایک ایسا لمحہ بن سکتا تھا جس میں، میں اس بات کا جائزہ لیتا کہ میں کہاں کھڑا ہوں اور کس سمت جا رہا ہوں۔

انہوں نے ایک عربی لفظ استعمال کیا۔ "تنبیہ"، انہوں نے کہا۔

"خبردار کرنا؟" میں نے پوچھا۔

"خبردار کرنا، ہاں۔ لیکن اس کے ساتھ بیدار کرنا بھی۔ کوئی ایسی چیز جو آپ کی توجہ کو جگا دے۔"

میں نے اپنی زندگی کے ان لمحوں کے بارے میں سوچا جب واقعات نے مجھے وہ سب کچھ دیکھنے پر مجبور کر دیا تھا جسے عام آسائشوں نے چھپا رکھا تھا۔ کچھ ایسی عادتیں تھیں جن کے بارے میں میں جانتا تھا کہ وہ نقصان دہ ہیں، لیکن میں ان پر قائم رہا کیونکہ ان کا نقصان ابھی ظاہر نہیں ہوا تھا۔ کچھ ایسے تعلقات تھے جنہیں میں نے نظر انداز کر دیا کیونکہ میں نے فرض کر لیا تھا کہ وہ ہمیشہ رہیں گے۔ کچھ ایسے سمجھوتے تھے جن کا میں جواز پیش کرتا رہا کیونکہ بظاہر ان کا کوئی فوری نتیجہ سامنے نہیں آیا تھا۔

پھر، کسی موڑ پر، کسی واقعے نے اس تسلسل کو توڑ دیا۔ اس وقت مجھے بنیادی طور پر صرف تکلیف کا احساس ہوا۔ لیکن ماضی پر نظر ڈالتے ہوئے، میں دیکھ سکتا تھا کہ اس رکاوٹ نے سچائی اور راست بازی کو ممکن بنایا تھا۔

ہر تکلیف دہ واقعہ اتنا واضح سبق نہیں دیتا تھا۔ کچھ کو سمجھنا اب بھی دشوار تھا۔ لیکن تب بھی، میں نے اس لمحے کو ضائع نہ کرنے کی اہمیت کو سمجھنا شروع کر دیا تھا۔

"اگر کوئی نتیجہ آپ کو بیدار کر دیتا ہے،" انہوں نے کہا، "تو سمجھیں کہ راستہ ابھی بند نہیں ہوا ہے۔"

اس جملے میں میری توقع سے کہیں زیادہ امید چھپی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ جب میں نے اپنی مشکلات میں خود بھی حصہ ڈالا تھا، تب بھی کہانی کا اختتام میری غلطی پر ہونا ضروری نہیں تھا۔ اعتراف کرنے، اصلاح کرنے اور رجوع (واپسی) کرنے کی گنجائش ابھی باقی تھی۔ وہ نتیجہ میری زندگی کی حتمی تعریف نہیں بن سکتا تھا۔

اس کے بعد انھوں نے توبہ کے بارے میں بات کی۔ میں اکثر توبہ کو بنیادی طور پر کوئی غلطی کرنے کے بعد معافی مانگنے کے معنوں میں ہی سمجھتا تھا۔ انہوں نے اس کی زیادہ جامع وضاحت کی۔

"توبہ کا مطلب ہے رجوع کرنا (واپس لوٹنا)،" انہوں نے کہا۔ "آپ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ آپ اس مقام سے ہٹ گئے ہیں جہاں آپ کو ہونا چاہیے تھا، اور آپ واپس لوٹ آتے ہیں۔"

اس مفہوم میں ایک حرکت اور پیش رفت تھی۔ توبہ کا مطلب ماضی کے سامنے شرمندگی کے ساتھ ہمیشہ کے لیے جے رہنا نہیں تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جو کچھ میں نے ماضی کے بارے میں سیکھا ہے، اسے مستقبل کی سمت بدلنے کی اجازت دی جائے۔

"تو پھر پچھتاوے کا بھی کوئی مقصد ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں! اسے آپ کے دل میں نرمی پیدا کرنی چاہیے، آپ کو قید نہیں کر دینا چاہیے۔ اسے اللہ کی طرف واپس لوٹنے میں آپ کی مدد کرنی چاہیے، نہ کہ آپ کا یقیناس بات پر پختہ کر دے کہ اب واپسی ممکن ہی نہیں۔"

میں خاموشی سے اس بات پر غور کرتا رہا۔ شاید یہی شفا دینے والے بچھتاوے اور تباہ کرنے والے احساس جرم کے درمیان فرق تھا۔ ایک کہتا ہے، "کچھ بدلنے کی ضرورت ہے۔" دوسرا کہتا ہے، "آپ میں تبدیلی کی گنجائش ختم ہو چکی ہے۔" پہلا حرکت اور پیش رفت بن سکتا ہے، جبکہ دوسرا جادو اور مفلوج بنا دیتا ہے۔

کچھ دیر بعد، میں نے وہ سوال پوچھا جو مجھے اب بھی پریشان کر رہا تھا: "لیکن کچھ یاد دہانیاں اتنی تکلیف دہ کیوں ہونی چاہئیں؟ ہم کسی نرم طریقے سے کیوں نہیں سیکھ سکتے؟"

"بسا اوقات ہم سیکھتے ہیں،" انہوں نے کہا۔ "لیکن نرم یاد دہانیوں کو التوا میں ڈالنا آسان ہوتا ہے۔"

میں فوری طور پر سمجھ گیا کہ ان کا کیا مطلب تھا۔ کچھ سچائیاں ایسی تھیں جنہیں میں سالوں سے سمجھتا تھا لیکن اپنے رویے کو بدلنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ میں نے نصیحتیں سنیں، بے چینی محسوس کی، تنبیہ کے اشارے دیکھے، اور پھر بھی اسی ڈگر پر چلتا رہا۔ علم ایک طویل عرصے تک محض ایک نظریاتی اور غیر عملی چیز بنا رہا تھا۔ بعض اوقات کوئی نتیجہ اس غیر عملی حقیقت کو اچانک ذاتی اور عملی بنا دیتا ہے۔

وہ مصیبت اور تکلیف کو خوبصورت بنا کر پیش نہیں کر رہے تھے۔ وہ یہ نہیں کہہ رہے تھے کہ تکلیف کی خواہش کی جائے یا ہمیں ہر نقصان دہ صورتحال کو خاموشی سے قبول کر لینا چاہیے۔ وہ صرف اس بات سے انکار کر رہے تھے کہ تکلیف کو بے معنی رہنے دیا جائے جب کہ وہ سبق آموز اور اصلاحی بن سکتی ہو۔

انہوں نے کہا، "ممکن ہے کہ خود وہ سختی یا مشکل اپنے اندر کوئی خیر نہ رکھتی ہو، مگر اس کٹھن حالت میں بھی آپ سے کسی خیر اور بہتری کا تقاضا کیا جا سکتا ہے۔"

اس جملے نے مجھے سوچنے کا ایک زیادہ محتاط اور متوازن انداز دیا۔ مجھے اس وقت مصیبت کو نعمت کہنے کی ضرورت نہیں تھی جب کہ میں ابھی اس کے زخموں سے نڈھال تھا۔ مجھے یہ دکھاوا کرنے کی ضرورت نہیں تھی کہ نقصان خوشگوار تھا یا ناانصافی قابل قبول تھی۔ لیکن مجھے یہ فرض کرنے کی بھی ضرورت نہیں تھی کہ تکلیف نے مجھے تکلیف کے سوا کچھ نہیں دیا۔ وہاں اب بھی ایک ردِ عمل اور عمل کی گنجائش موجود ہو سکتی تھی۔

انہوں نے ایک سوال تجویز کیا: "جب کوئی مشکل پیش آئے، تو صرف یہ نہ پوچھیں، یہ میرے ساتھ ہی کیوں ہو رہا ہے؟" یہ بھی پوچھیں، "اب مجھ سے کس چیز کا تقاضا ہے؟"

پہلا سوال ایک ایسی وضاحت کی تلاش میں تھا جو شاید مجھے کبھی نہ ملتی۔ دوسرا سوال مجھے ایک ایسی ذمہ داری کی طرف واپس لے آیا جسے میں اب بھی پورا کر سکتا تھا۔ اس نے میری توجہ واقعے کے چھپے ہوئے مقصد کے بارے میں قیاس آرائیوں سے ہٹا کر موجودہ لمحے میں موجود اخلاقی اور عملی امکانات کی طرف مبذول کر دی۔

میں نے اس پر عمل کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ جب کسی غلطی سے کوئی شرمندہ کر دینے والا نتیجہ نکلتا، تو میں پوچھتا کہ کس چیز کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ جب کوئی منصوبہ ناکام ہو جاتا، تو میں پوچھتا کہ کیا اس لمحے میں ثابت قدمی، نظر ثانی، یا قبولیت کی ضرورت ہے۔ جب میں خود کو بار بار ایک ہی میٹرن سے پریشان پاتا، تو میں پوچھتا کہ کیا میں اپنے بارے میں کسی حقیقت کو دیکھنے سے انکار کرتا رہا ہوں؟

جوابات ہمیشہ جلدی نہیں ملتے تھے۔ کبھی کبھی مجھے معلوم ہوتا کہ میں واقعی اپنے راستے سے ہٹ گیا تھا۔ دوسری بار، مجھے اندازہ ہوتا کہ سختی میرے کسی عمل کا نتیجہ نہیں تھی، اور میرا کام صرف اپنے توکل، وقار اور ہمدردی کو گنوائے بغیر اسے برداشت کرنا تھا۔ بہر حال، اس سوال نے مجھے واقعے پر محض تبصرہ کرنے کے بجائے اس لمحے کے ساتھ جڑنے میں مدد کی۔

اس سے پہلے کہ ہم رخصت ہوتے، وہ ان الفاظ کی طرف لوٹے جن سے ہم نے شروعات کی تھی۔

"آپ نے یہ سوال کیا تھا کہ آپ سے ایسی کیا خطا ہوئی جس کی یہ سزا ملی، مگر شاید ہر بار اصل پوچھنے کی بات یہ نہیں ہوتی۔"

"تو پھر سوال کیا ہونا چاہیے؟"

انہوں نے میری طرف شفقت سے دیکھا اور کہا، "کیا یہ چیز آپ کو خدا کے قریب کرے گی۔ یا پھر آپ اس کے سبب خود کو خدا سے مزید دور ہو جانے دیں گے؟"

تب میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے مصائب کی کوئی کامل اور آخری تشریح پیش نہیں کر رہے تھے۔ وہ مجھے ان کے درمیان باوقار طریقے سے کھڑے رہنے کا طریقہ بتا رہے تھے۔ میں ہمیشہ یہ نہیں جان سکتا تھا کہ کوئی مشکل ایک نتیجہ ہے، ایک آزمائش ہے، ایک تنبیہ ہے، یا کسی ایسی حکمت کا حصہ ہے جسے میں ابھی نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن میں اس بات سے انکار کر سکتا تھا کہ غیر یقینی صورتحال مجھے مایوسی یا خدا سے دوری میں دھکیل دے۔

کبھی کبھی تکلیف اس راستے کو آشکار کر سکتی ہے جہاں سے مجھے واپس لوٹنے کی ضرورت ہے۔ کبھی کبھی یہ مجھ سے اس راستے پر ثابت قدم رہنے کا تقاضا کر سکتی ہے جسے مجھے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اور کبھی کبھی اس کا مفہوم چھپا رہا ہو سکتا ہے جبکہ اس پر ردِ عمل کیا ہونا چاہیے، بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

اب، جب بھی کوئی سخت وقت آتا ہے، میں اس نتیجے پر پہنچنے میں جلدی نہیں کرتا کہ مجھے سزا دی جا رہی ہے۔ میں اس واقعے پر۔ یا اپنے آپ پر۔ کوئی حتمی حکم لگانے سے پہلے ٹھہرتا ہوں۔ شاید یہ کوئی ایسا دروازہ نہیں ہے جو بند کیا جا رہا ہو۔ شاید یہ ایک ایسا لمحہ ہے جس میں ایک اور دروازہ خاموشی سے کھل گیا ہے: تدبیر، اصلاح، صبر اور رجوع کا دروازہ۔

اب سوال صرف یہ نہیں رہا: یہ میرے ساتھ کیوں ہوا ہے؟

اب سوال یہ بھی ہے: وہ کون سا عمل اور ردِ عمل ہے جو مجھے اب خدا کے اور قریب لے آئے گا؟